قائداعظم کے چند اہم فیصلے

ماجد مشتاق رائے

Majid Mushtaq Rai

Lecturer, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

مطلوب حسین

Matloob Hussain

Lecturer, Department of Urdu,

Govt. Post Graduate College, Sahiwal.

Abstract:

Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah is one of the greatest leaders of Muslim Ummah. One leader can be achieve fame, prosperity and dignity with the right decisions for the nation. A leader can never be a great leader with those kind of decisions those can get popularity in the common people. But their effects harm the nation in future. In this article some of Quaid's decisions are expressed with their spirit and effectiveness in the history of Pakistan.

قوموں کی تاریخ میں نابغۂ روزگار ہستیاں اپنے کردار اور فعل سے پہچانی جاتی ہیں۔ تاریخ کسی بھی ایسے شخص کو معتبر کرسکتی ہے جس کے ماننے والوں کی تعداد دوسروں کی نسبت زیادہ ہو۔ اس بات سے اختلاف ممکن ہے مگر ہمارا مجموعی تاریخی منظر نامہ اس بات کی وکالت کرتا نظر آتا ہے۔ مؤرخین کی ایک بڑی تعداد ایک خاص زاویۂ نگاہ سے تاریخ کو بیان کرتی نظر آئی اور اس پر استدلال کرنے والے بھی اسی نقطۂ نظر کے حامی رہے۔ مجموعی طور پر اس رویے کو سند مان لیا جائے تو تعصب کی وہ تصویر سامنے آتی ہے جو حقیقت کے چہرے کو مسخ کر دیتی ہے۔ کسی بھی قوم کے رہنما اور قائد کا بنیادی اور اولین فرض قوم کو منزلِ مقصود تک لے کے آنا ہے۔ اس سارے سفر میں زادِ سفر اس کے فیصلے ہوا کرتے ہیں۔ یہ فیصلے قوموں کی زندگی بنانے اور بگاڑنے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ رہنما کا ایک غلط فیصلہ قوموں کے مستقبل پر اندھیرے کی چادر ڈال دیتا ہے اور درست فیصلے سے نور کی ایسی برسات ہوتی ہے جو دنیا کے

منظر نامے پر اس قوم کو جاوداں کر دیتی ہے۔ برصغیر کے اہم رہنماؤں میں ایک نام محمد علی جناح کا ہے جنھیں قائد اعظم کے لقب سے جانا جاتا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم محمد علی جناح کے چند اہم فیصلوں کو موضوعِ بحث بنائیں جو انھیں قائد اعظم کے منصب پر براجمان کرتا ہے۔ پروین شاکر نے شاید غیر شعوری طور پر درج ذیل شعر قائد کی جدو جہد پر ہی لکھا تھا:

اندھیرے میں تھے جب تلک زمانہ ساز گار تھا
چراغ کیا جلا دیا ، ہوا ہی اور ہو گئی(۱)

حضرتِ قائد اعظم کی ذاتی زندگی سے ہزاروں مثالیں دی جا سکتی ہیں جن میں ان کی قوتِ ارادی،عزمِ مصمم اور استقلال کی واضح روشنی دکھائی دے مگر ذاتی زندگی سے بڑھ کر ان کی سیاسی زندگی ہمارا موضوع ہے۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ کانگریس میں شمولیت تھا۔ یہ وہ دور تھا جب ہندوستان کا سیاسی ماحول صرف انگریز پروری اور انگریز دوستی کے گرد گھومتا تھا۔گو کہ ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد رکھ دی گئی اور اس کے بانی لارڈ اے۔او۔ ہیوم تھے۔اس جماعت کے قائم کرنے کا مقصد برصغیر کے عوام کا انگریز حکومت سے براہِ راست ربط قائم کرنا تھا۔مسلمانوں کا ابتدائی ردِ عمل اس جماعت سے دور رہنا تھا جس کے بارے میں سر سید احمد خان کا مشورہ بطور سند استعمال کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو فی الحال سیاست سے دور رہنا چاہیے۔ یہ فیصلہ گو کہ عہد کے حوالے سے کچھ غلط نہ تھا۔ مسلمان تعلیمی حوالے سے ہندوؤں سے بہت پیچھے تھے۔سر سید کی خواہش رہی کہ مسلمان خود کو تعلیمی میدان میں آگے لے کے جائیں اور درست سمت میں چلتے ہوئے ہندوؤں کا مقابلہ کر سکیں مگر دو دہائیوں کے سیاسی تفاعل نے یہ فیصلہ محرومی اور ناکامی کی صورت میں پیش کیا۔

۱۹۰۶ء تک آتے آتے کانگریس ایک مخصوص طبقے کی جماعت بن کر رہ گئی۔اس ضمن میں ۱۹۰۵ء میں تقسیمِ بنگال کا واقعہ تھا جو بنگال کے مسلمانوں کے لیے ایک اُمید کی کرن ثابت ہوا۔ان حالات میں اس دیرینہ مطالبے کی منظوری پر مسلمانوں کی اطمینان کی کیفیت ادھوری تھی کہ کانگریس نے اس کی بھر پور مخالفت شروع کر دی۔اب یہ امر کس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا لیڈر جس کے وژن اور فہم و فراست کو مخالفین نے بھی تسلیم کیا، وہ بجائے نو مولود مسلم لیگ سے رابطہ کرے کانگریس میں شمولیت اختیار کرتا ہے۔مخالفین کا کہنا ہے کہ یہ فیصلہ قائد اعظم نے اپنے سینئر وکیل دادا بھائی نوروجی کی شخصیت کے زیرِ اثر کیا۔اس حوالے سے جی الانہ لکھتے ہیں:

> ''قائد اعظم نے ہندوستانی سیاست میں سرگرمی کے ساتھ دل چسپی لینی شروع کر دی۔ سیاست کے ایک طالب علم کی حیثیت سے برطانیہ کی لبرل پارٹی کے ترقی پسندانہ نظریات کا بھی ان پر گہرا اثر پڑا۔انھوں نے ایک سیاسی تنظیم کے طور پر کانگریس کو اپنی سرگرمیوں

کے لیے چُن لیا کیوں کہ صرف اسی تنظیم کے ذریعے وہ عوام کی
سیاسی ترقی کے سلسلے میں مؤثر طور پر اپنے فرائض ادا کر سکتے تھے۔
دادا بھائی نوروجی کے پرسنل سیکرٹری کی حیثیت سے قائداعظم نے
کلکتہ اجلاس میں شرکت کی۔'' (۲)

یہ بات قرینِ قیاس معلوم نہیں ہوتی، معاملہ اس سے بڑھ کر ہے۔ قائداعظم وکالت کا امتحان پاس کرنے کے بعد جب وکالت شروع کرتے ہیں تو ایک لندن پلٹ نوجوان وکیل کی توقعات کے برعکس انھیں اپنے جوہر دکھانے کا کوئی مناسب موقع میسر نہیں آتا۔ دوسری طرف خاندانی جائیداد کے معاملات بھی الجھنوں کا شکار تھے۔ ان حالات میں قائداعظم کا سیاست کی طرف قدم بڑھانا اندھیرے میں اُمید کی نئی کرن کی جانب سفر تھا۔ مسلم لیگ جو پہلے شملہ وفد کی صورت میں وائسرائے سے ملی اور حوصلہ افزا ردِعمل کی وجہ سے جماعت کی صورت میں ڈھلی ابھی تک صرف ایک نکتے کو دیکھ رہی تھی کہ تقسیمِ بنگال کے فیصلے کو کس طرح برقرار رکھا جائے اور ردِعمل کے طوفان کے آگے بند باندھا جائے یعنی اس وقت تک ایک سیاسی جماعت اور یک نکاتی فارمولا نبرد آزما تھا۔ حضرتِ قائداعظم نے سیاسی رویے کا ساتھ دیا اور یہ جاننے کی کوشش کی کہ آخر کانگریس کے اس ردِعمل اور سیاسی سوچ کو سمجھا جائے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ قائد جلد ہی کانگریس سے متنفر ہو گئے تھے مگر حقیقتِ حال اس سے مختلف نظر آتی۔ ۱۹۱۱ء تک پانچ سال کے عرصے میں قائداعظم نے محسوس کیا کہ کانگریس صرف اکثریت کو مدِنظر رکھتی ہے اور اقلیتوں کا درد موجود نہیں۔ لہٰذا ۱۹۱۱ء میں تقسیمِ بنگال کی منسوخی کے بعد قائد نے اقلیتوں کو برابر کے حقوق دلانے کے لیے ایک منفرد سوچ اپنائی جو برصغیر کے عوام کو متحد کرنے کی تھی۔ ظاہر ہے دو بڑی اکائیاں ہندو اور مسلمان تھے لہٰذا بنیادی طور پر انھیں یکجا کیا جانا ہی ضروری تھا تاکہ انگریز حکومت کو یکساں اور مساوی انسانی حقوق آئینی طور پر دینے کے لیے مجبور کیا جاسکے۔ کانگریس کے تقسیمِ بنگال کی منسوخی پر ردِعمل کے بعد یہ کتنا بھاری عمل تھا کہ مسلمانوں کو اسی کانگریس کے ساتھ بیٹھنے کی ترغیب دی جائے جو علی الاعلان ان کے مفادات کی مخالفت کر چکی تھی۔

قائد کی زندگی کا دوسرا بڑا سیاسی فیصلہ میثاقِ لکھنؤ تھا جو ۱۹۱۶ء میں عمل میں آیا۔ یہ بات آج بھی اہمیت کی حامل ہے کہ مقامی اکائیوں کو جمع کرنے کا جو سہرا قائد کے سر بندھا وہ اکبر بادشاہ کے بعد موجودہ عہد تک کسی کو نصیب نہ ہوا۔ اس حوالے سے اے۔ اے روَف لکھتے ہیں:

''۳۰ دسمبر ۱۹۱۵ء کی اس سہ پہر جوش اور جذبے جو مظاہرے دیکھنے
میں آئے۔ ایسی مثالیں تاریخ میں بہت کم ملیں گی۔ زبردست
تالیوں کی گونج اور پُرجوش نعروں کے درمیان کانگریس کے آزمودہ
کار لیڈر اُٹھے اور آگے بڑھ کر انھوں نے اپنے لیگی ساتھیوں کو گلے

سے لگالیا۔'' (۳)

قائد کی سیاسی زندگی کا تیسرا بڑا اوراہم فیصلہ نہرو رپورٹ کو جزوی طور پر تسلیم کرتے ہوئے مسلمانوں کے مطالبات کو چودہ نکات کی صورت میں پیش کرنا تھا۔ نہرو رپورٹ کے ردِعمل میں جب مسلم لیگ اندرونی اختلافات کا شکار ہوئی اور اکثریت کی رائے نہرو رپورٹ کو یکسر مسترد کرنے کی تھی، قائد نے نہ صرف اس سے اختلاف کیا بلکہ بہتر لائحہ عمل بھی اپنایا۔ کاش! گاندھی اور نہرو نے اس سوچ کو سمجھ لیا ہوتا تو برصغیر کے عوام تقریباً ایک صدی تک حقوق کے حصول کے لیے مارے مارے نہ پھرتے۔

قائد کی سیاسی زندگی کا چوتھا اہم فیصلہ کابینہ مشن کے ساتھ ممکنہ تعاون تھا۔ یہ بات پس منظر کے تناظر میں کس قدر اہم ہے اس کا اندازہ صاحبِ نظر گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی منظوری اور کانگریسی وزارتوں کے متعصّبانہ فیصلوں کی روشنی میں آسانی سے جان سکتے ہیں۔ کابینہ مشن کے ساتھ تعاون انگریز حکومت کو سوچنے پر مجبور کرنے کے لیے کافی تھا کہ ایک ایسی قوم جس نے عروج و زوال بہت قریب سے دیکھے ہیں وہ تعاون پر آمادہ ہے حالانکہ مخالفت جس سطح پر یہ قوم دکھا سکتی ہے کسی اور کے بس کا روگ نہیں:

> ''کیبنٹ مشن پر ہر جانب سے زبردست دباؤ پڑ رہا تھا اور اندیشہ تھا کہ مسلم لیگ کی مخالفت جماعتوں کی دباؤ میں آ کر مشن کوئی ایسا فیصلہ نہ کر دے جس سے پاکستان کے قیام کو نقصان پہنچے۔ ان حالات میں قائداعظم نے بڑی باریک بینی سے کام لیا۔'' (۴)

راقم کے نزدیک یہ فیصلہ قراردادِ پاکستان کی منظوری کے بعد حکومتی سطح پر مسلمانوں کے رویے اور رجحان کے درست پیغام کا واضح ثبوت ہے۔ اس حوالے سے چودھری رحمت علی کی رائے درست نظر آتی ہے۔ قائد کے حوالے سے رائے دیتے ہیں:

> ''وہ ایک فلسفی کی طرح سوچتے اور ایک منطقی کی طرح گفتگو کرتے۔'' (۵)

قائداعظم کی زندگی کے سیاسی فیصلوں میں اہم فیصلہ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد کابینہ کی تشکیل نظر آتا ہے۔ ایک ایسی ریاست جو کبھی بھی جغرافیائی طور پر متحد نظر نہیں آتی اور نہ ہی جس کے پاس وسائل کے حوالے سے حوصلہ افزا صورتِ حال تھی۔ حضرتِ قائد نے کابینہ کی تشکیل میں ان لوگوں کو سرِ فہرست رکھا جو برطانوی راج میں عبوری حکومت کے زیرِ تحت وزارت سے واقفیت حاصل کر چکے تھے۔ یہاں یہ امر اہمیت کا حامل ہے کہ پاکستان کے پہلے وزیرِ قانون جوگندر ناتھ منڈل کو آج تک تاریخ دانوں نے ایک اچھوت ہندو رہنما کے طور پر پیش کیا جب کہ ان کا بنیادی تعارف مسلم لیگ کے نمائندہ کے طور پر عبوری حکومت میں شمولیت تھا۔ پاکستان کے قیام کے فوراً بعد گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کو بعض ترامیم کے ساتھ عبوری طور پر لاگو کیا گیا جس کی واحد وجہ مضبوط وفاق کا آئینی دفاع تھا۔ یہ بات بھی

قابلِ ذکر ہے کہ برطانوی حکومت میں تبدیلی کے بعد موجودہ پاکستان کی مختلف اکائیوں کو مسلم لیگ کے نظریۂ پاکستان سے دور کر کے سندھو دیش، پختونستان، آزاد بلوچ قبائل، بنگال اکائی جیسے نعروں سے بہلا کر پاکستان کے ممکنہ وجود کو قبل از وقت پاش پاش کرنے کی جو سازش تیار کی گئی تھی اسے ایک ماہرِ قانون فرد کے حوالے سے ہی آئینی طور پر مضبوط دفاع سے رفع کیا جا سکتا تھا۔ اس میں حرج نہیں کہ وزیرِ موصوف کی تقرری کو قائد کا غیر مسلموں سے حسنِ سلوک سمجھ کر بیان کیا جائے مگر میرے نزدیک پاکستان کی بقا اور سلامتی کے تناظر میں یہ فیصلہ بہترین شخص کی صلاحیتوں سے استفادہ کا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ تمام تر قومیت پرست رہنماؤں کو پاکستان کے وجود کے ساتھ جوڑے رکھنے کے لیے مذاکرات کی راہیں ہموار کی گئیں۔ اس حوالے سے قائد کا یہ فرمان ان کی سوچ اور ارادے کی ترجمانی کرتا ہے۔ انھوں نے کوئٹہ میونسپلٹی سے اپنی تقریر میں فرمایا:

> ''مجھے یہ دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے کہ پاکستانیوں میں صوبائی عصبیت کا زہر موجود ہے۔ انہوں نے لوگوں پر زور دیا کہ وہ بھول جائیں کہ وہ بلوچ، پٹھان، سندھی، پنجابی اور بنگالی ہیں بلکہ خود کو اول و آخر صرف پاکستانی سمجھیں۔''(۶)

قائداعظم کے عزمِ مصمم اور غیر متزلزل ارادوں کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی اپنے مضمون ''لفظ 'جناح' کی تحقیق'' میں بیان کرتے ہیں:

> ''قائداعظم نہ صرف بابائے قوم ہیں بلکہ یکجہتی اور مسلم قومیت کی دائمی علامت ہیں۔ ان کی زندگی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر ایمانداری، خلوص نیت، بلندی کردار اور عقل و فراست سے کام لیا جائے تو ناممکن کام بھی ممکن ہو جاتے ہیں۔ قوم کے اندر صحیح شعور صرف ایسا ہی راہ نما بیدار کر سکتا ہے جو خود سچا ہو، ایماندار ہو، بلند کردار کا حامل ہو، عقل کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہو، جوش وجذبہ کو عقل و ہوش کے تابع رکھتا ہو، جس کی منزل ذاتی اقتدار نہیں بلکہ قوم کی فلاح و بہبود ہو، جس کی ایمانداری، خلوص اور سچائی پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے، قائداعظم ہمارے ملک وملت کے لیے ایک ایسی ہی دولت بیدار اور مثالی شخصیت کی حیثیت رکھتے ہیں۔''(۷)

قائدِ محترم کی سیاسی زندگی میں بہت سے ایسے فیصلے گنوائے جا سکتے ہیں جنھوں نے وقت کے دھارے کو مثبت سمت میں موڑنے میں اہم کردار ادا کیا مگر یہاں طوالت کے پیشِ نظر چند فیصلوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اول الذکر میں سیاسی بصیرت اور مسلمانوں کی سیاسی زندگی کے ابتدائی ایام کو پاؤں پر کھڑا

کرنا، بعدازاں ہندوستان کی مقامی اکائیوں کو متحد کرتے ہوئے بغیر کسی جارحیت کے یہ پیغام دینا کہ ہندو مسلم اختلاف کے نام پہ حکومت کو طول دینے کا سامراجی خواب زیادہ دیر نہیں چل سکے گا۔ نہرو رپورٹ کے ردِعمل سے پوری دنیا کو ایسا پیغام نہ دیا جائے جس سے مخالفت برائے مخالفت کی بوآئے بلکہ آئینی طور پر اپنے حقوق کو محفوظ بنانے کے لیے سنجیدہ اور قابلِ عمل لائحۂ عمل دیا جائے۔

قوموں کی تاریخ میں ایسے فیصلے بہت مشکل اور سخت ہوا کرتے ہیں کہ جن قوتوں سے آپ برسرِ پیکار ہیں ان سے تعاون کا راستہ چُنا جائے مگر حقیقت یہی ہے کہ جارحیت نے ہمیشہ فریقین کو ایک دوسرے کی ضد میں اس قدر دور کر دیا کہ درمیانی راستہ کہیں ضد کی آندھی میں کھو کر رہ گیا۔ قائداعظم نے انگریز حکومت سے مختلف امور پر تعاون کر کے اس سوچ کا خاتمہ کیا کہ ہم اپنے مقصد کے لیے سنجیدہ لائحۂ عمل کو ترجیح دیتے ہیں اور فروہی اختلافات جو منزل کے راستے میں سدِ راہ ثابت ہوں محض عوامی مقبولیت کے لیے اپنائے نہیں جاسکتے۔

قیامِ پاکستان کے تقریباً ۱۳ ماہ بعد قائداعظم اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ ان ۱۳ ماہ میں مختلف اکائیوں کو ایک وفاق کے زیرِ تحت چلاتے ہوئے احساس دلا دیا گیا کہ یہ ملک اور مملکتِ خداداد کسی خاص طبقے، رجحان، نظریے یا استبدادی ٹولے کی جاگیر نہیں بلکہ یہ مملکت مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے موجود ہے۔ لہٰذا قائد نے شمال مغربی سرحدی صوبہ (خیبر پختونخواہ) اور سندھ میں ایسے مشکل فیصلے بھی کیے جسے تاریخ سنہرے لفظوں میں یاد کرے گی۔ مخالفین نے ان فیصلوں کی آڑ میں قائدِ محترم کی شخصیت کو مسخ کرنے کی کوشش کی اور ان اقدامات کو جمہوریت کش بنا کر پیش کیا مگر بعد کے حالات نے قائد کے فیصلوں کو درست ثابت کیا۔ آج کا پاکستان قائد کے خوابوں کی تعبیر ہے یا نہیں یہ الگ بحث ہے مگر آج کا پاکستان مختلف تعصّبات کی موجودگی کے باوجود متحد ہے، یہ قائد کے فیصلوں کا ہی ثمر ہے وگرنہ عوامی مقبولیت کے لیے آسان فیصلے کرنا اس ملک کے لیے زہرِ قاتل ہوتا۔ یہی ایک عظیم رہنما کا فرض ہے کہ وہ قوموں کی فلاح سوچتا ہے نہ کہ ذاتی عزت اور ناموری کو ترجیح دے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم عظیم قائد کے ان فیصلوں کو سمجھتے ہوئے ان پر عمل پیرا ہوں اور قائد سے عقیدت رکھتے ہوئے اس عظیم مملکتِ خداداد کی حفاظت اور ترقی کے لیے کوشاں رہیں۔ اے جی جوش نے قائد کو کیا خوب خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

جو قائد اعظم سے عقیدت نہیں رکھتے
اس ملک سے ، ملت سے محبت نہیں رکھتے
کچھ سرپھرے ناداں جو دشمن ہیں وطن کے
بابا کے وہ افکار سے وہ رغبت نہیں رکھتے

سوچوں پہ مسلط ہے ابھی طوقِ غلامی
سچائی کے اظہار کی جرأت نہیں رکھتے(۸)

آخر میں ہمیں قائداعظم کے الفاظ کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے جوانھوں نے پاکستان کی پہلی سالگرہ کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا:

''قدرت نے آپ کو سب کچھ بخشا ہے۔آپ کے وسائل لامحدود ہیں، آپ کے ملک کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس بنیاد پر جلد سے جلد اور بہتر سے بہتر عمارت تعمیر کریں لہٰذا آگے بڑھیں۔خدا آپ کا حامی وناصر ہو۔''(۹)

اللہ پاکستان کا حامی وناصر ہو۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ پروین شاکر، ماہِ تمام، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، ص:۲۴۷
۲۔ جی الانہ، قائداعظم جناح: ایک قوم کی سرگزشت، لاہور: فیروزسنز، س ن، ص:۸۱
۳۔ اے۔اے رؤف، میٹ مسٹر جناح، لاہور: شیخ محمد اشرف، ۱۹۴۶ء، ص:۵۴
۴۔ جی الانہ، قائداعظم جناح: ایک قوم کی سرگزشت، ص:۴۷
۵۔ ہارون الرشید تبسم، پروفیسر، ڈاکٹر، مدبرِ پاکستان، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۱ء، ص:۱۹۷
۶۔ انعام الحق کوثر، ڈاکٹر، قائداعظم اور بلوچستان، کوئٹہ: یونائیٹڈ پرنٹرز، ص:۱۸
۷۔ صحیفہ، سہ ماہی، لاہور: قائداعظم نمبر، ستمبر/دسمبر ۱۹۷۶ء، ص:۶۸
۸۔ اے جی جوش، یہ جہانِ آرزو ہے، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء، ص:۷۷
۹۔ ۱۴اگست ۱۹۴۸ء کو ریڈیو پاکستان سے نشر ہونے والی قائداعظم کی تقریر کا متن۔

☆......☆......☆